وفاق المدارس......قدم بقدم

دینی مدارس کا وجود اور ارتقاء

مولانا ولی خان المظفر
w_almuzaffar@hotmail.com

لفظ مدرسہ عربی زبان سے ماخوذ ہے جس کا اردو ترجمہ درسگاہ سے کیا جاسکتا ہے۔ "عرف عام میں مدرسہ اس ادارے کو کہتے ہیں، جہاں مذہبی علوم کی تعلیم دی جاتی ہو۔ مدرسہ کی مختلف قسمیں ہیں۔ ا۔ بچوں کی ابتدائی تعلیم کے لیے جس کو مکتب بھی کہتے ہیں۔ ۲۔ وہ ادارے جو عام طور پر مساجد سے منسلک ہوتے ہیں جن میں قرآن مجید کے حفظ وناظرہ کے علاوہ قرأت، حدیث، فقہ اور تفسیر وغیرہ کی تعلیم ہوتی ہے۔ ۳۔ دارالعلوم، جامعہ (یونی ورسٹی) جن میں مختلف علوم وفنون کے لیے کئی شعبے قائم ہوتے ہیں، مثلاً کلیۃ الحدیث، کلیۃ القرآن، کلیۃ اللغۃ العربیۃ وغیرہ۔ ۴۔ رباط اور خانقاہیں، جن میں صوفیائے کرام تصوف اور تزکیہ نفس کی تعلیم دیتے ہیں۔" (اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۳۴۸ حرف 'م')

دینی مدارس کی ابتداء کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کی بنیادیں، نظام، طریقۂ کار اور نصاب تعلیم حضرت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک سے معرض وجود میں آئیں، چنانچہ علماء کرام کا اس پر تقریباً اتفاق ہے کہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت جو اصحاب صفہ کے نام سے مشہور ہے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی شاگرد تھے اور ان کا تعلق مسجد نبوی سے ایسا ہی تھا جیسا کہ طلبہ علوم دینیہ کا اپنے مدارس سے ہوتا ہے۔ گویا ان کا قیام وطعام، دیکھ بھال اور درس وتدریس کا سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر نگرانی تھا، ان نفوس قدسیہ کے علاوہ اور بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم آپ سے کسب فیض کیا کرتے تھے مگر ان کا تعلق کچھ غیر رہائشی اور غیر امدادی طلبہ کی طرح تھا۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اصحاب صفہؓ سے قبل بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود اور دوسرے رفقاء کرامؓ کی وساطت سے قرآن کریم اور اسلامی آداب واحکام کے درس وتدریس کے انتظامات فرمائے ہیں مگر چونکہ اس وقت باقاعدہ نظم ونسق اور مستقل اساتذہ اور تلامذہ کا وہ تعلق قائم نہ ہوسکا تھا جو اصحاب صفہؓ کے دور میں قائم ہوا اس واسطے مؤرخین اور علماء کرام اکثر وبیشتر اسی دور کو دینی مدارس کی ابتداء کا دور قرار دیتے ہیں۔

اس کے بعد جوں جوں مساجد کا جال دنیا کے سینے پر بچھتا گیا ساتھ ساتھ ان میں قرآن کریم، حدیث، اور فقہ کے اسباق کا کچھ نہ کچھ نظام وجود میں آتا گیا۔ چنانچہ رات کے سناٹے کی طرح جو دھیرے دھیرے بڑھتا ہے اور دنیا پہ چھا جاتا ہے، یہ جال بھی دنیا کے دور دراز سبزہ زاروں، کوہساروں اور لالہ ہائے گل وپروین پر چھا گیا۔ اور اسلامی علوم وفنون کے دریا جو عہد نبویؐ اور عہد صحابہؓ سے دریاؤں کی شکل میں بہہ پڑے تھے اب سمندر بن کر اس کے چپے چپے سے بغل گیر ہونے کے لیے بے تاب تھے۔ چنانچہ تاریخ کے طالب علم پر مذکورہ بالا حقائق روز روشن کی طرح واضح ہیں۔

اسلام کے اس درخشندہ دور میں جن شہروں کو علم اور اہل علم کی وجہ سے شہرت ملی ان میں سے مکہ اور مدینہ کے علاوہ بصرہ، کوفہ،

بغداد، دمشق، فسطاط، قاہرہ، رے، بخارا، سمرقند اور ہرات وشیراز وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

چونکہ اس زمانے میں یہ رواج نہیں تھا کہ باقاعدہ مدرسہ اور اس میں مختلف شعبہ ہائے درس کا نام رکھا جاتا، اس لیے مدارس و جامعات تو مشہور نہیں ہوئیں البتہ اہل علم کے تجمع سے علاقے مشہور ہوئے، جس کی مثالیں آج بھی سرحد و پنجاب کے بعض دور افتادہ علاقوں میں قائم ہیں۔ مثلاً معقولات کے لیے اکثر وبیشتر طلبہ کوہستان کا رخ کرتے ہیں صرف ونحو کے لیے صادق آباد ورحیم یار خان کی طرف مدارس کی سالانہ تعطیلات میں قافلے رواں دواں ہوتے ہیں۔ جب کہ قرآن کریم کے دروس اور دوروں کے لیے ملک کے طول و عرض میں بعض علماء کرام مانند شمع فروزاں کے ہیں جن کی طرف علم کے پروانے دیوانہ وار چلے آتے ہیں۔ اس طرح حدیث فقہ، اصول فقہ اور ادب عربی کے لیے بعض علاقے آج بھی مشہور ومعروف ہیں۔

چنانچہ پہلی صدی ہجری گزرنے کے بعد مدارس کا جو سلسلہ چل پڑا تھا ان میں سے بعض مدارس آج کل کے معیار کے لحاظ سے بین الاقوامی جامعات بن گئے تھے، تقریباً چار صدیوں تک درس وتدریس کا اصل مرکز مساجد ہی رہیں، تاریخی حوالہ جات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سلاجقہ کے وزیر اعظم نظام الملک طوسی نے نظام تعلیم کو بہتر اور پائیدار بنانے کے لیے مدارس کا سلسلہ شروع کیا۔ انہوں نے اولاً مدرسہ نظامیہ بغداد ۴۵۷ھ میں تعمیر کیا۔ اس کے بعد نیشاپور، بلخ، اصفہان اور دیگر علاقوں میں اس کی شاخیں مدارس نظامیہ کے نام سے قائم ہوئیں، ان تمام مدارس میں طلبہ واساتذہ کے لیے معقول قیام وطعام کا انتظام ہوتا تھا۔ نظام الملک نے طلبہ کے لیے وظیفوں اور اساتذہ کے لیے مشاہروں کا بھی بندوبست کر لیا تھا۔

اس طرح فاطمی خلفاء نے ۳۵۹ھ / ۹۷۰ء کو الازھر مسجد کی بنیاد رکھی جو بعد میں ایک مستقل مدرسہ کی شکل اختیار کر گئی۔ یہاں تک کہ وہ دور آیا کہ مصر کے تمام مدارس الازھر سے ملحق اور اس کے لیے فروعات بن گئے۔ ادھر اندلس میں بھی اموی خلفاء نے جامع قرطبہ جیسے مساجد ومراکز علم کی بنیادیں ڈالیں اور اپنے زیر نگیں علاقوں میں خوب خوب علم پروری کی۔

لیکن پھر کچھ صدیوں بعد عالم اسلام میں طوائف الملوکی کا فتنہ شروع ہوا جس نے عالم اسلام کو کہیں کا نہیں رہنے دیا۔ جس کی وجہ سے بعد میں عالم اسلام کا شیرازہ بکھر گیا۔

پھر بھی انگریزی، ولندیزی، روسی اور فرانسیسی استعماروں سے قبل یہی مذکورہ طرز کے دینی مدارس تشنگان علم کو سیراب وفیض یاب کرتے رہے۔

پاک وہند میں دینی مدارس کے اعداد وشمار کا اندازہ مختلف سیاحوں کی تحریرات سے ہوتا ہے۔ مثلاً ایک مصری سیاح کے مطابق محمد شاہ تغلق کے دور میں صرف دہلی شہر میں ایک ہزار مدارس قائم تھے۔

اٹھارویں صدی عیسوی کے آغاز میں ایک انگریز سیاح ہملٹن کے مطابق سندھ کے ایک شہر ٹھٹھہ میں چار سو مدارس موجود تھے۔

لیکن جب مسلمانوں کو مختلف استعماروں نے اپنے نرغے میں لے لیا اور ان پر ظلم واستبداد کے پہاڑ توڑے گئے تو اس دور میں مدارس دینیہ پر مصائب و آلام کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھاگئے اور مدارس آئے دن ایک ایک کر کے مرجھاگئے۔ اس بلائے عظیم نے سینکڑوں سالہ اسلامی نظام تعلیم کی بساط اُلٹ دی اور یوں سامراجی واستعماری قوتیں مسلمانوں کو اسلامی نظام تعلیم سے دور رکھنے بلکہ اس نظام کو ختم کرنے اور اس کی جگہ لادینی نظام لانے میں بظاہر کامیاب ہوگئیں جس کی بناء پر مخلصین تو تعلیم سے کنارہ کش ہوئے کیوں کہ اب یہ "تعلیم" سے زیادہ "تخریب" کا کردار ادا کر رہی تھی اور مفاد پرستوں نے طاغوتی قوتوں کے نظام ہائے تعلیم کو گلے سے لگا کر نوکریاں چاکریاں حاصل کر کے ان کے سامنے دُم ہلانے لگے اور ساتھ ہی علماء، مجاہدین اور تحریک آزادی کے جان نثاروں کے راستوں میں روڑے اٹکانے لگے۔ آج بھی بنظر

غائر اگر کوئی دیکھے تو وہی مفاد پرست، مختلف استعماری قوتوں کے دُم چھلے عالم اسلام کے ہر ملک میں نظر آئیں گے جو آج بھی دینی مدارس، اسلامی نظام تعلیم، دینی اقدار اور دینی جماعتوں کے خلاف زہر اُگل رہے ہیں اور ان کے خلاف فرسودگی اور قدامت پرستی کا پروپیگنڈا کر کے اپنی روشن خیالی اور لبرل ازم کا راگ الاپ رہے ہیں۔

برصغیر میں اسلامی نظام تعلیم کا دوبارہ احیاء

جیسا کہ مختصراً ذکر ہوا کہ عالم اسلام پر مختلف استعماروں نے جب پنجے گاڑ دیئے تو اس کے نتیجے میں جہاں مسلمان دیگر تباہیوں سے دوچار ہوئے اسی طرح ان کے دینی مدارس اور ان کا نظام بھی تہہ و بالا ہوا۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کو انگریزوں کے جذبہ انتقام سے ایسا سابقہ پڑا جس کی مثال اس سے قبل مرہٹوں کے دور میں ملتی ہے اور نہ جاٹوں کے دور میں۔ مسلمانوں پر ہر طرف قبرستان کی سی مردنی چھائی ہوئی تھی۔ اس موقعہ پر حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے ۱۸۶۶ء میں دیوبند نامی قصبے میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ جس کا نام دارالعلوم دیوبند وضع کیا گیا۔ جسے آج ازھر الہند کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس مدرسہ کا نظام و نصاب تعلیم وہی مقرر ہوا جو سینکڑوں سالہ تجربات سے گذر کر عالم اسلام کے درخشندہ و تابندہ ادوار میں زیر عمل رہا تھا۔ میری مراد درس نظامی سے ہے۔

دارالعلوم دیوبند انگریزی استعمار کے دور میں دینی مدارس کے اختتام کے بعد وہ پہلا مدرسہ تھا جو اُفق پر نوید سحر بن کر نمودار ہوا، اس طرح جوں جوں دارالعلوم کی طرف ورود طلبہ بڑھتا رہا اسی طرح ہوتے ہوتے اس کے فضلاء بھی برصغیر کے مختلف گوشوں میں بڑے پیمانے پر پہنچ گئے اور یوں اس کی شاخیں قائم ہوئیں اور اب کے مرتبہ پرانے دینی مدارس اور جدید دینی مدارس میں فرق نمایاں تھا کہ وہ وقتی حکومتوں کے زیر نگیں ہوتے تھے جس کی وجہ سے انہیں مادی فوائد حاصل تھے، مگر اب یہ مدارس بالکل آزادی کے ساتھ ابھرنے لگے۔ جو اہل خیر کے تعاون سے چلتے رہے اور ہوتے ہوتے پھر سے چار دانگ عالم میں اسلامی علوم و فنون کا غلغلہ شروع ہوا۔ اس میں یہ بات قابل رشک ہے کہ دارالعلوم دیوبند تمام مکاتب فکر کے مدارس کے لیے نمونہ اور اصل کی حیثیت اختیار کر گیا۔ کیونکہ اس کے بعد جتنے اسلامی و دینی مدارس کی بنیادیں رکھی گئیں، سب کے سب اس کے خوشہ چین بننے اور اس کے نقش قدم پر چلنے کے خواہش میں قائم ہوئے۔

پاکستان کے دینی مدارس

مملکت خداداد پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد مدارس اور دینی مراکز کی ایک بڑی تعداد ہندوستان ہی میں رہ گئی تھی اور پاکستان میں بدقسمتی سے سرکاری طور پر دینی تعلیم کے لیے جو کچھ کرنے کی ضرورت تھی، وہ پاکستان کے مقتدر طبقات نہ کر سکے، بلکہ لارڈ میکالے کا وضع کردہ نصاب و نظام تعلیم جوں کا توں پورے پاکستان کے تعلیمی اداروں میں رائج ہونے لگا۔ حالانکہ یہ سرکار کا فرض بنتا تھا کہ جو مملکت جس نظریہ و عقیدہ کی بنیاد پر قائم ہوئی ہے، اس میں اس نظریہ و عقیدہ کے اصولوں کے ماتحت نظام و نصاب تعلیم کا تعین و تقرر کیا جائے، مگر کچھ سیاسی و اداراتی مسائل، کچھ دور غلامی کے دیمک خوردہ ذہنوں کے مسائل اور کچھ سرکاری اداروں میں مصروف افراد کی عدم دوراندیشی نے ان سب ہونی کو انہونی بنادیا اور اس ملک کو جس فکر و عقیدے کی بنیاد پر قائم کیا گیا تھا اور جس کے متعلق خود قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ "اس نظام کا سپریم لا قرآن ہوگا" اس میں استعمار زدہ ذہنوں نے بین الاقوامی سازشی لابیوں کے ساتھ مل کر اسلامی نظام و نصاب تعلیم اور اس کے حاملین کی راہوں میں روڑے اٹکائے، چنانچہ پاکستان میں موجود علماء کرام نے جب دیکھا کہ استعمار کے بعد جو سب سے بڑا فرق سیاسی اُفق پر نمودار ہوا ہے وہ چہروں کی تبدیلی ہے، اس کے علاوہ یا تو کچھ نہیں، یا اگر ہے بھی تو وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

لہٰذا ان علماء کرام نے جب اپنے اسلاف کے ورثے پر نظر دوڑائی تو ملک کے طول و عرض میں اب بھی کچھ مدارس کام کرتے نظر آئے، مگر وہ بھی انتہائی بے سر و سامانی کا شکار تھے۔ جن کا اعداد و شمار بمع پتہ و سنہ تاسیس پیش خدمت ہے۔

وہ مدارس جن کی بنیادیں اس خطہ میں پاکستان بننے سے قبل پڑ چکی تھیں

نوٹ یہ اعداد و شمار ضلعوں کے حروف تہجی کے مطابق ہیں

۱	مدرسہ تعلیم القرآن۔ پونچھ آزاد کشمیر	۱۹۳۳ء
۲	دار العلوم بلتستان، سکردو بلتستان	۱۸۹۲ء
۳	منار الھدیٰ۔ ڈوغنی، سکردو بلتستان	۱۹۴۰ء
۴	ادارہ علوم شرقیہ، خپلو، سکردو بلتستان	۱۹۴۱ء
۵	مدرسہ اسلامیہ عربیہ حنفیہ چک نمبر ۱۰۴، ڈی، بہاولپور	۱۹۴۰ء
۶	مدرسہ عربیہ انوریہ، اوچ، بہاولپور	۱۹۲۱ء
۷	مدرسہ عربیہ فاضل (۱)، احمد پور شرقیہ، بہاولپور	۱۹۲۹ء
۸	مدرسہ خیر العلوم، خیر پور ٹامے، بہاولپور	۱۹۴۲ء
۹	مدرسہ عربیہ فاضل (۲) احمد پور شرقیہ، بہاولپور	۱۸۷۵ء
۱۰	جامع العلوم۔ ریلوے روڈ، بہاول نگر	۱۹۴۲ء
۱۱	مدرسہ عربیہ قاسم العلوم، فقیر والی۔ بہاولنگر	۱۹۳۷ء
۱۲	مدرسہ عربیہ تعلیم الاسلام، فیض آباد، بہاولنگر	۱۹۴۰ء
۱۳	دار العلوم عربیہ، احیاء الاسلام۔ رنگی۔ پشاور	۱۹۴۴ء
۱۴	مدرسہ رفیع الاسلام۔ بالا ماڑی۔ پشاور	۱۹۲۲ء
۱۵	دار العلوم رزڑ (رجڑ)، چارسدہ، پشاور	۱۹۲۹ء
۱۶	دار العلوم نعمانیہ، اُتمانزئی۔ پشاور	۱۹۴۵ء
۱۷	دار العلوم حمایۃ الاسلام، غلجی کنڈر خیل پشاور	۱۹۴۲ء
۱۸	ادارہ تعلیم القرآن، چمکنی۔ پشاور	۱۹۴۴ء
۱۹	جامعہ اسلامیہ پاکستان، اکوڑہ خٹک، پشاور	۱۹۳۸ء
۲۰	مدرسہ عربیہ اسلامیہ مجددیہ۔ کنری، تھرپارکر	۱۹۴۶ء
۲۱	دار الفیوض ہاشمیہ، سجاول، ٹھٹھہ	۱۹۲۰ء
۲۲	جامعہ عربیہ، چنیوٹ۔ جھنگ	۱۹۴۱ء
۲۳	جامعہ محمدی شریف۔ جھنگ	۱۹۳۳ء
۲۴	مدرسہ عربیہ شمس العلوم۔ دلیل پور، جیکب آباد	۱۹۲۰ء
۲۵	مدرسہ دار الارشاد، تنگوانی، جیکب آباد	۱۹۴۳ء
۲۶	مدرسہ عربیہ رشیدیہ تاجو دیرہ، جیکب آباد	۱۹۳۰ء
۲۷	مدرسہ احیاء العلوم حمادیہ۔ کندہ کوٹ، جیکب آباد	۱۹۳۸ء
۲۸	مدرسہ تعلیم القرآن۔ کاشی رام پل۔ جیکب آباد	۱۹۴۵ء
۲۹	مدینۃ العلوم۔ بھینڈہ، حیدر آباد	۱۹۱۱ء
۳۰	جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ، جیکب آباد	۱۹۰۹ء
۳۱	مدرسہ عربیہ دار القرآن، میہڑ، دادو	۱۹۲۸ء
۳۲	مدرسہ کنز العلوم۔ پیری، دادو	۱۸۵۶ء
۳۳	مدرسہ شمس العلوم۔ بٹ سرائی، دادو	۱۹۰۱ء
۳۴	مدرسہ فیض المدارس، درابن کلاں، ڈی آئی خان	۱۹۴۳ء
۳۵	مدرسہ ہاشمیہ، بند کورائی۔ ڈی آئی خان	۱۹۴۳ء
۳۶	مدرسہ عبیدیہ، بلاک نمبر ۳، ڈی جی خان	۱۹۲۲ء
۳۷	مدرسہ محمودہ محمودیہ تونسہ، ڈی جی خان	۱۹۱۷ء
۳۸	دار العلوم تعلیم القرآن، راجہ بازار، راولپنڈی	۱۹۴۰ء
۳۹	جامعہ غوثیہ۔ گولڑہ، راولپنڈی	۱۸۸۹ء
۴۰	جامعہ قادریہ۔ جامع مسجد، رحیم یار خان	۱۹۳۴ء
۴۱	مدرسہ فیضان المدارس فریدیہ رضویہ۔ پکالاڑاں، رحیم یار خان	۱۹۳۹ء
۴۲	مدرسہ عربیہ نظامیہ رفیق العلماء، ریلوے اسٹیشن رحیم یار خان	۱۹۳۴ء

۴۳	مدرسہ رفیق العلماء۔ صادق آباد، رحیم یار خان	۱۹۴۳ء
۴۴	جامعہ عربیہ سراج العلوم۔ سرگودھا شہر	۱۹۳۴ء
۴۵	مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم، سرگودھا	۱۹۴۴ء
۴۶	مدرسہ دارالحدیث، سیٹلائیٹ ٹاؤن، سرگودھا	۱۹۴۴ء
۴۷	جامعہ غوثیہ۔ خوشاب، سرگودھا	۱۹۰۷ء
۴۸	مدرسہ عربیہ خضریہ۔ بھیرہ، سرگودھا	۱۹۴۰ء
۴۹	دارالعلوم عزیزیہ۔ بھیرہ، سرگودھا	۱۹۲۹ء
۵۰	دارالعلوم شبیریہ، میانی، سرگودھا	۱۹۳۶ء
۵۱	مدرسہ محمدیہ اثنا عشریہ، جلال پور، سرگودھا	۱۹۳۴ء
۵۲	مدرسہ اشرف العلوم، شکارپور، سکھر	۱۹۴۰ء
۵۳	مدرسہ قاسم العلوم، گھوٹکی، سکھر	۱۹۱۴ء
۵۴	جامعہ ہاشمیہ، گوٹھ نور محمد، سکھر	۱۹۴۲ء
۵۵	مدرسہ نور الہدیٰ، باگڑجی۔ سکھر	۱۹۲۰ء
۵۶	مدرسہ قاسم العلوم۔ تھری چانی، سکھر	۱۹۴۴ء
۵۷	مدرسہ کنز العلوم۔ رستم، سکھر	۱۹۱۳ء
۵۸	دارالعلوم حقانیہ، دارالعلوم سوات، سیدو شریف، منگورہ، سوات	۱۹۴۴ء
۵۹	دارالعلوم حقانیہ۔ چارباغ، منگورہ، سوات	۱۹۴۴ء
۶۰	دارالعلوم نقشبندیہ جماعتیہ، محلہ شرقی، سیالکوٹ	۱۹۱۰ء
۶۱	مدرسہ تعلیم القرآن، پسرور، سیالکوٹ	۱۹۴۰ء
۶۲	مدرسہ عربیہ حنفیہ۔ مین بازار، شیخوپورہ	۱۹۳۲ء
۶۳	مدرسہ مظہر الاسلام، عیدگاہ، شیخوپورہ	۱۹۴۴ء
۶۴	جامعہ حضرت میاں صاحب، شرق پور، شیخوپورہ	۱۹۴۴ء
۶۵	ام المدارس تعلیم القرآن۔ شرق پور، شیخوپورہ	۱۹۲۰ء
۶۶	تاج المدارس، ننکانہ، شیخوپورہ	۱۹۳۶ء
۶۷	مدرسہ نور محمدیہ، شہداد کوٹ	۱۸۱۸ء
۶۸	مدرسہ نصریہ۔ مستونگ، قلات	۱۹۳۲ء
۶۹	جامعہ صدیقیہ۔ مستونگ، قلات	۱۹۴۳ء
۷۰	مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ مارکیٹ، کراچی	۱۸۸۴ء
۷۱	مدرسہ احرار الاسلام، لیاری، کراچی	۱۹۲۰ء
۷۲	مدرسہ تعلیم القرآن، کوہاٹ (شہر)	۱۹۳۲ء
۷۳	مدرسہ دُرخانی۔ کوئٹہ	۱۸۵۷ء
۷۴	مدرسہ عربیہ اسلامیہ مطلع العلوم، بروری روڈ، کوئٹہ	۱۹۴۲ء
۷۵	مدرسہ عربیہ مظہر العلوم، بلوچی روڈ، کوئٹہ	۱۹۴۴ء
۷۶	مدرسہ عربیہ مفتاح العلوم، نزد مارکیٹ سبی، کوئٹہ	۱۹۴۷ء
۷۷	دارالعلوم حقانیہ، اوستہ محمد سبی، کوئٹہ	۱۹۴۱ء
۷۸	مدرسہ منبع العلوم، پنجگور، کوئٹہ	۱۹۳۸ء
۷۹	مدرسہ محمدیہ اٹک، کیمبل پور	۱۹۳۶ء
۸۰	مدرسہ عانیہ دینیہ، کیمبل پور	۱۸۷۲ء
۸۱	مدرسہ خدام الصوفیہ، کچہری روڈ، گجرات	۱۹۲۰ء
۸۲	جامعہ محمدی پھالیہ، گجرات	۱۹۴۲ء
۸۳	مدرسہ تعلیم القرآن نبوی پھالیہ، گجرات	۱۸۶۰ء
۸۴	مدرسہ انوار لعلوم شیرانوالہ باغ، گجرانوالہ	۱۹۲۳ء
۸۵	مدرسہ محمدیہ گوجرانوالہ شہر	۱۹۲۲ء
۸۶	مدرسہ عربیہ کھیالی گیٹ، گوجرانوالہ	۱۹۳۶ء
۸۷	مدرسہ اشرفیہ قرآنیہ، حافظ آباد، گوجرانوالہ	۱۹۱۳ء
۸۸	دارالعلوم منانیہ سرائے وزیر آباد، گوجرانوالہ	۱۸۷۸ء
۸۹	مدرسہ دار الفیوض باکرائی روڈ، لاڑکانہ	۱۹۲۲ء
۹۰	مدرسہ عربیہ اشاعۃ العلوم، کچہری بازار، فیصل آباد، لائل پور	۱۹۲۵ء
۹۱	مدرسہ عربیہ فتح دین، فیصل آباد شہر	۱۹۱۶ء
۹۲	مدرسہ فیض محمدی۔ فیصل آباد شہر	۱۹۳۹ء
۹۳	دارالعلوم ربانیہ۔ بستی ریاض المسلمین، فیصل آباد	۱۹۴۰ء
۹۴	مدرسہ عربیہ نظامیہ۔ وارڈ نمبر ۳، فیصل آباد	۱۹۴۰ء
۹۵	مدرسہ دار القرآن والسنۃ چک نمبر ۸۰، فیصل آباد	۱۹۴۴ء
۹۶	دارالعلوم تعلیم الاسلام، اوڈانوالہ، فیصل آباد	۱۹۳۵ء
۹۷	مدرسہ منور الاسلام، چک نمبر ۶۶۹، فیصل آباد	۱۹۴۱ء

۹۸	مدرسہ رحمانیہ، ڈجکوٹ، فیصل آباد	۱۹۱۸ء
۹۹	مدرسہ ام المدارس، گلبرگ اے، فیصل آباد	۱۹۱۸ء
۱۰۰	قاسم العلوم شیرانوالہ، لاہور	۱۹۳۴ء
۱۰۱	تقویۃ الاسلام (دارالعلوم غزنویہ) شیش محل روڈ، لاہور	۱۹۰۱ء
۱۰۲	دارالعلوم جامعہ نعمانیہ، کوچہ سید میراں شاہ، لاہور	۱۸۸۷ء
۱۰۳	جامعہ اشرفیہ، فیروزپور روڈ، لاہور	۱۹۴۷ء
۱۰۴	جامعہ حنفیہ، ٹمپل روڈ، لاہور	۱۹۴۳ء
۱۰۵	جامعہ فتحیہ اچھرہ، لاہور	۱۹۰۰ء
۱۰۶	جامعہ عربیہ اسلامیہ، دروازہ قصور ضلع، لاہور	۱۹۴۳ء
۱۰۷	دارالحدیث محمدیہ، راولاکوٹ، لاہور	۱۹۴۳ء
۱۰۸	مدرسہ محمدیہ پتھی میانی میر محمد، لاہور	۱۹۲۸ء
۱۰۹	مدرسہ فیض الاسلام۔ بھوئے آصل، لاہور	۱۹۲۲ء
۱۱۰	مدرسہ شمشادیہ، لاہور چھاؤنی	۱۹۳۳ء
۱۱۱	جامعہ قاسمیہ مصباح العلوم، فیض باغ۔ لاہور	۱۹۴۶ء
۱۱۲	دارالعلوم اسلامیہ، رستم خیل، مردان	۱۹۴۲ء
۱۱۳	مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم، ہوتی مردان	۱۹۴۵ء
۱۱۴	مدرسہ عربیہ فیض الاسلام، رستم مردان	۱۹۱۸ء
۱۱۵	دارالعلوم سیف الاسلام، کالوخان، مردان	۱۹۱۳ء
۱۱۶	مدرسہ اسلامیہ فیض الاسلام۔ ساوالڈھیر، مردان	۱۹۴۲ء
۱۱۷	مدرسہ عربیہ، جمدھری، مردان	۱۹۳۰ء
۱۱۸	مدرسہ احیاء العلوم عیدگاہ، کراچی روڈ، مظفرگڑھ	۱۹۱۱ء
۱۱۹	مدرسہ عربیہ قاسم العلوم۔ لیہ، مظفرگڑھ	۱۹۴۳ء
۱۲۰	مدرسہ عربیہ ممتاز المدارس، بیلے والا، علی پور، مظفرگڑھ	۱۸۸۶ء
۱۲۱	مدرسہ خیر المدارس، ملتان شہر	۱۹۴۷ء
۱۲۲	مدرسہ انوار العلوم، کچہری روڈ ملتان	۱۹۴۴ء
۱۲۳	مدرسہ عربیہ قاسم العلوم، کچہری روڈ، ملتان	۱۹۴۶ء
۱۲۴	دارالحدیث محمدیہ، بیرون دولت گیٹ، ملتان	۱۹۱۰ء
۱۲۵	مدرسہ باب العلوم۔ ابدالی روڈ، ملتان	۱۹۲۷ء
۱۲۶	مدرسہ حقانیہ نعیمیہ، چمڑہ مارکیٹ ملتان	۱۹۳۰ء
۱۲۷	مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد، چوڑی سرائے ملتان	۱۸۸۳ء
۱۲۸	مدرسہ تعلیم الابرار۔ شاہی عیدگاہ، ملتان	۱۹۴۳ء
۱۲۹	مدرسہ سراج العلوم۔ لودھراں، ملتان	۱۹۴۴ء
۱۳۰	مدرسہ خدمۃ الاسلام۔ لودھراں ملتان	۱۹۲۴ء
۱۳۱	مدرسہ معین الاسلام۔ لودھراں ملتان	۱۹۱۰ء
۱۳۲	مدرسہ عربیہ محمدیہ ناصر العلوم، لودھراں ملتان	۱۹۴۶ء
۱۳۳	مدرسہ مظہر العلوم، دربار عبدالحکیم، ملتان	۱۶۸۹ء
۱۳۴	جامعہ سعیدیہ فیض الاسلام چک نمبر ۷، ملتان	۱۹۳۹ء
۱۳۵	درسگاہ محمدیہ اظہر العلوم، ریلوے روڈ، ملتان	۱۹۴۵ء
۱۳۶	مدرسہ اشرف العلوم، شجاع آباد، ملتان	۱۹۱۳ء
۱۳۷	مدرسہ عربیہ رحمانیہ۔ جہانیاں ملتان	۱۹۲۷ء
۱۳۸	مدرسہ مخزن العلوم الجعفریہ سورمیانی، ملتان	۱۹۴۱ء
۱۳۹	مدرسہ اسلامیہ نوازیہ، سردارپور، ملتان	۱۹۳۰ء
۱۴۰	جامعہ حنفیہ فریدیہ بصیرپور، ساہیوال (منٹگمری)	۱۹۳۰ء
۱۴۱	جامعہ محمدیہ، حق بازار، اوکاڑہ	۱۸۶۰ء
۱۴۲	مدرسہ غوثیہ، فریدیہ، پاک پتن	۱۹۴۶ء
۱۴۳	مدرسہ عربیہ اسلامیہ ڈھلیانہ، منٹگمری	۱۹۴۰ء
۱۴۴	مدرسہ تبلیغ الاسلام۔ کلی زرگران، میاں والی	۱۹۴۶ء
۱۴۵	عربیہ عثمانیہ، ڈگرپارشا، بھکر	۱۹۴۵ء
۱۴۶	جامعہ محمودیہ، پپلاں، میاں والی	۱۹۰۳ء
۱۴۷	مدرسہ معین الاسلام عیسیٰ خیل، میاں والی	۱۹۳۳ء
۱۴۸	مدرسہ عربیہ، مندہ خیل۔ میاں والی	۱۹۱۶ء
۱۴۹	مدرسہ انوار الرحمٰن، دریاخان، نواب شاہ	۱۹۱۳ء
۱۵۰	مدرسہ انوار القرآن نوشہرو فیروز، نواب شاہ	۱۹۴۰ء
۱۵۱	مدرسہ قاسم العلوم۔ وزیرستان، بنوں	۱۹۴۷ء
۱۵۲	دارالعلوم نظامیہ جسو خیل، وزیرستان	۱۹۳۸ء
۱۵۳	دارالعلوم انوریہ، ڈھینڈہ، ہزارہ	۱۹۴۳ء

پاکستان جیسے کثرت آبادی سے مالا مال ملک میں دینی مدارس کم سے کم آٹے میں نمک کے برابر ضرور ہونے چاہیے تھے۔ مگر ایک تو یہ اس مقدار سے بالکل کم تھے، اتنا کم کہ جیسے کالمعدوم، پھر دوسری بات یہ تھی کہ ان میں اکثر و بیشتر کے مہتمم و سرپرست حضرات کو استعماری قوتوں نے مختلف حربوں سے چکنا چور کر دیا تھا۔ جس کا اثر ان مدارس پر ڈائریکٹ پڑ گیا تھا، چنانچہ کئی مدارس کے اساتذہ و طلبہ تحریک آزادی کے جرم عظیم کی سزائیں بھگتنے کے لیے کالا پانی، مالٹا، جزائر غرب الہند یا اندرون ملک پس دیوار زندان کر دیئے گئے تھے یا پھر شہادت کے حسین ترین خلعت سے نوازے گئے تھے۔

ادھر دوسری جانب تمام سرکاری تعلیمی ادارے دور غلامی کے نظام و نصاب تعلیم کو اپنے آغوش میں لیے ہوئے تھے۔ حالانکہ تعلیم ہی قوموں کی عروج و زوال کی ضامین ہے اور تعلیم میں بنیادی چیز نصاب و نظام تعلیم ہے۔ اس میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یہ جو کچھ سرکاری تعلیمی ادارے تھے بھی، یہ آبادی کے مقابلے میں نہایت کم بھی تھے۔ جس کی وجہ سے تعلیمی اداروں کی کمی شدت سے محسوس کی جانے لگی۔

لہٰذا علماء کرام اس ابتر صورت حال میں اپنے فرائض منصبی سے کیسے غافل رہ سکتے تھے۔ پس ان مخلصین کی مساعی جمیلہ سے اس نئی نویلی ریاست میں۔ ا۔ تعلیمی خلاء کو پُر کرنے، ۲۔ مذہبی و دینی تعلیم عام کرنے کے لیے جلد ہی دینی مدارس، مراکز، مکاتب و جامعات اور مساجد و دیگر دینی انجمنیں، تنظیمیں اور ادارے معرض وجود میں آنے لگے جن کی تعداد آئے دن بڑھتی گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں سے تجاوز کر گئی۔ جن میں کراچی، حیدر آباد، سکھر، میرپور خاص، شہداد پور، لاڑکانہ، لاہور، ملتان، سیالکوٹ، پنڈی، اسلام آباد، مانسہرہ، آزاد کشمیر، پشاور، کوہاٹ، مردان، سوات، شمالی علاقہ جات، چترال، کوئٹہ، مستونگ، مکران، پنجگور اور قلات کے تمام علاقے شامل ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل و کرم ہے کہ یہ مدارس بہ حسن و خوبی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ بر آں ہو رہے ہیں، ورنہ بظاہر اسباب کی دنیا میں ان کا چلنا بھی مشکل لگتا ہے۔ ان اداروں کا یہ انداز وطریقہ کار نہ صرف قابل تقلید ہے بلکہ انتہائی قابل تعریف بھی ہے کہ یہ ادارے جن کے سالانہ مصارف کروڑوں روپے سے متجاوز ہیں، یہ اپنے وسائل اور آمد و خرچ کے تمام رقوم خود مہیا کرتے ہیں اور اہل خیر حضرات ان کے ساتھ تعاون کو اپنے لیے باعثِ خیر و برکت اور کارِ ثواب خیال کرتے ہیں۔ ان اداروں میں بعض نے تو بڑی اہمیت اور عظیم مقام حاصل کر لیا ہے اور ملک و ملت کے لیے گرانقدر خدمات انجام دی ہیں، بلکہ ان مدارس نے اپنی نجی اور پرائیوٹ شکل میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جس کی نظیر ملنا نہ صرف دشوار بلکہ محال ہے اور یہ مبالغہ آرائی نہیں ہے، حقائق پر نظر رکھنے والوں کے سامنے یہ سب کچھ نصف النہار کی طرح واضح ہے۔ اس ہی لیے ان کی طرف علم کا ہر قدردان اور دین سے متعلقہ تمام افراد بہر کیف جان، مال، اولاد اور وقت کے لحاظ سے بھرپور توجہ دیتا ہے۔ اور آڑے وقت میں ان پر جانثار ہونے کو اپنے لیے باعثِ عزت و افتخار سمجھتا ہے۔

ان مدارس میں نہ صرف تعلیمی میدان میں اُمّہ کی خدمت اور بھرپور رہنمائی کی ہے بلکہ ہر رفاہی میدان میں ان کے سرپرستوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور دنیا بھر سے غیر ارادی طور پر ان مدارس دینیہ کے اربوں زر مبادلہ بھی حاصل ہوا ہے۔

بہر حال یہ مدارس روز افزوں ترقی کرتے رہے یہاں تک کہ آزادی کے وقت ان مدارس دینیہ کی جو تعداد تھی ۱۹۶۰ء تک یہ تعداد تقریباً چار گنا ہو گئی تھی۔ جس کی تفصیلی رپورٹ مختلف مکاتب فکر کے ناموں کے حروف تہجی کے لحاظ سے ذیل میں پیش خدمت ہے۔

(جاری ہے)